قرآن مجید کی روشنی میں تعلیم وتربیت کے اصول کا تجزیاتی مطالعہ

Sajid Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Muslim Youth University Islamabad
Email:sajidalimalik7865@gmail.com

Keywords: Quran, Education, Principles

ABSTRACT

The Qur’an has shed light on all aspects of human life; one of them is education and training. It emphasizes on developing the capabilities of the individual to make them successful in both this world and hereafter. In the light of the teachings of the Qur’an، we can divide its principle into three parts.

1: Emotional or the motivational principles، these include Education and training، which further include ideal and conducive environment، provision of basic necessities of life، respect and honor of the teacher، including moral values which have been adopted by the Quran.

2: Educational means intellectual principles of education and training where the Qur’an encourages the individual to use his intellectual power by inviting him to think. Similarly، with the emphasis on learning from the situations and events of the past nations، the methods of punishment and rewards has been introduced for education and training.

3: We، regarding the practical principles of education and training، can say that the Qur’an has given special importance to self-accountability، cultivation of faith، obtaining God’s pleasure، and continuous effort in education and training.

A step-by-step journey from easy to difficult can be witnessed in the principles of education and training of the Qur’an in which there is a logical approach. These principles of logical and psychological education and training of the Holy Qur’an are also seen in Islamic teachings. In this article، we will try to explain Islamic principles for education.

مقدمہ

قرآن کے اصولِ تعلیم وتربیت انسانوں کے تمام انفرادی اور معاشرتی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانی معاشروں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ، انسانی زندگی کے تمام پہلو چاہئے وہ دنیوی ہو، مادی ہو، روحانی ہو یا اخروی ہو سب کی تکمیل کے ضامن ہیں۔ قرآن اور اس کی تعلیمات سے آگاہی ایسا ہی ہے، جیسے انسان نے اپنی روح اور اپنے کمالات سے ایسی آگاہی حاصل کی ہو کہ جس سے اس پر تمام چیزیں آشکار ہو جاتی ہیں۔ قرآن کوئی عام کتاب نہیں ہے جو انسان کو محدود نقطہ نظر سے پیش کرتی ہو، اور نہ ہی قرآن کے حقائق علم کے بدلنے سے بدل سکتے ہیں، بلکہ اس لاریب کتاب میں غور و خوض کرنے میں اگر ہم اپنی عقل و فہم کو خالص کر کے استعمال کریں تو یقیناً ہم اس سے زندگی سے متعلق تمام حقائق کو حاصل اور قبول کر لیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے مختلف پہلوؤں پر تفسیر کے زیل میں یا موضوعاتی مطالعہ کی صورت میں مستقل کتب تالیف کی اور ان سے متعدد علوم کا استخراج کیا۔ انہیں موضوعات میں سے ایک قرآن کے تعلیمی وتربیتی اصول بھی ہیں، جن پر قرآن نے خاص توجہ مرکوز کیا ہے اسی لئے مسلم علماء نے تعلیم وتربیت کے موضوع پر مستقل کتب لکھی جیسے، احیاء العلوم، امام غزالی، الشفا، بو علی سینا، اسلامی علوم کا تعارف، مرتضی مطہری، جامع العلوم؛ امام رازی، اسلام و تعلیم وتربیت، سید محمد باقر حجتی، الغرض مسلمانوں کا وافر تراث اس موضوع پر موجود ہے۔ اس مقالہ میں قرآن میں زیادہ استعمال ہونے والے اہم اصول تعلیم کو بیان کیا ہے۔

تعلیم کا مفہوم

علم کسی چیز کو حقیقت میں درک کرنے کو کہتے ہیں، اس درک کی دو قسمیں ہیں۔ تعلیم مختص ہے، تکرار اور تکثیر کے ساتھ یہاں تک کہ اس تکرار اور تکثیر کی وجہ سے خود متعلم میں اثر نمایاں ہو جائے[1]۔

2: تعلیم علم کا مصدر ہے، اس کا مطلب معارف اور مختلف دانایوں کو سیکھنا ہے[2]۔

---

[1] راغب الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد (ت 502ھ)، **المفردات فی غریب القران**، دار القلم، الدار الشامیۃ- دمشق بیروت، 1412ھ- ص:580

[2] بستانی، فواد افرام، **فرهنگ ابجدی الفبایی عربی فارسی**، ص، 240۔

علم کی اصطلاحی تعریف

العلم ما قام بدلیل. و رفع الجھل[3]۔

علم وہ چیز ہے جو دلیل سے قائم ہوتی ہے اور جہالت کو دور کرتی ہے۔

حضور صورة الشئ عند العقل[4]۔

کسی چیز کی تصویر کو عقل میں پیش کرنے کو علم کہتے ہیں۔

ان تعریفات کی روشنی میں اصطلاح میں علم کا مطلب کسی چیز کو جاننا یا عقیدہ قائم کرنا ہے۔

تربیت کا مفہوم

تربیت کا مادہ اصلی "ر ب ی" ہے، اور اس کا معنی فائدہ، بلندی اور زیادہ کے ہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عرب لوگ بلند یا ابھری ہوئی جگہ کو "ربوہ" کہتے ہیں[5]۔

تربیت کا مطلب، نمو، اضافہ، تکمیل، اور رشد وغیرہ ہیں[6]۔

علماء نے تربیت کی مختلف تعریفات کی ہیں جو باہم ملتی جلتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

---

[3] ابن قیم جوزیہ، محمد بن ابی بکر، **مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد و ایاک نستعین،** دار الکتب العلمیۃ، بیروت-لبنان 1425ھ، ق، ص10۔

[4] المظفر، محمد رضا، **المنطق**، دار العلوم للتحقیق والطباعۃ والنشر، 2011۔ ص10۔

[5] احمد بن فارس، **معجم مقاییس اللغہ،** محقق: عبد السلام محمد ھارون، قم، مکتب الاعلام اسلامی، بی تا، اول، ج2، ص483

[6] ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی، **لسان العرب**، بیروت، دار القلم،، ج14، ص305؛ حسین بن محمد راغب اصفھانی، **مفردات الفاظ القران، بیروت**، دار القلم، ص340۔

تربیت عبارت ہے پرورش کرنے سے، یعنی کسی بھی شئ میں بالقوہ پائی جانے والی اندورونی صلاحیتوں کو متحرک کرنا اور پروان چڑہانا ہے، لہذا تربیت صرف جانداروں، یعنی پودوں، جانوروں اور انسانوں پر صادق آتا ہے۔ اگر تربیت کہیں پر غیر جاندار چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے تو یہ استعمال حقیقی نہیں ہے بلکہ مجازی ہے[7]۔

تعلیم وتربیت کی تعریف

تعلیم وتربیت عبارت ہے کسی فلسفی یا حکیم کے زریعے ہدایت فرد سے، کہ اس کی مدد سے فرد کو معاشرتی زندگی میں سعادت وکمال سے ہمکنار کیا جائے اور آخرت میں بھی کامیاب رہے [8]۔

مسلمان مفکرین نے تربیت کی جو تعریفات کی ہیں ان کو سامنے رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی بندوں کو عطا کردہ صلاحتیوں کو متحرک کرنے کے لئے عقلی اور نقلی علوم وادلہ سے مددلے کر انہیں بالقوہ سے بالفعل میں بدلنا جس سے انسان دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائے۔

تعلیم وتربیت کے بارے میں دینی اور دنیاوی علوم میں نمایاں فرق موجود ہے؛ دینی نقطہ نظر سے تعلیم وتربیت کا مطلب، انسان کی رشد و ہدایت، طہارت قلب، پاکیزہ زندگی، تقوی الہی، قرب الہی، اور تزکیہ وتہذیب نفس ہے[9]۔ یعنی تعلیم وتربیت ایک ایسا عمل ہے جو فرد کو معاشرہ میں بااخلاق زندگی گزارنے کے لئے تیار کرتا ہے، اور دنیاو آخرت دونوں میں کامیابی کا خواہاں ہوتا ہے۔ جبکہ غیر دینی نقطہ نظر سے تربیتی عمل کو فرد کے باطن سے نہیں لیا جاتا ہے بلکہ خارج سے اس پر لادھا جاتا ہے، یعنی معاشرہ اور سماج کی ضرورتوں کے حساب سے اس کی تربیت ہوتی ہے فطری تقاضے پورے نہیں کئے جاتے ہیں۔

---

[7] مطہری مرتضی، **مجموعہ اثار**، قم، صدرا، 1383، یازدھم، ص155۔

[8] تعلیم وتربیت یہ تعریف مشہور دانشور فارابی کی جانب منسوب ہے، گروہ نویسندگان، **فلسفہ تعلیم وتربیت**، قم، دفترھمکاری حوزہ ودانشگاہ، 1384، ھفتم، ج۱، ص 173-167۔

[9] شریعتمداری، علی، **تعلیم وتربیت اسلامی**، تھران، امیر کبیر، 1373، نھم، ص9.

اسی طرح خود تعلیم و تربیت میں بھی نمایاں فرق ہے چنانچہ تعلیم حسبِ صلاحیت صرف معلومات کو منتقل کرنے کا کام دیتا ہے، جس میں عقل کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے جبکہ تربیت کا تعلق جسم، عقل، نفس اور روح سے ہوتا ہے اور انسان کے ان تمام پہلوؤں کو سنوارنا تربیت کا بنیادی مقصد ہوتا ہے[10]۔

سازگار تعلیمی ماحول پیدا کرنا

انسان کی تعلیم و تربیت، نشوونما اور شخصیت سازی میں مختلف ماحولیاتی حالات اہم کردار ادا کرتے ہیں جن میں وقت، مقام اور سماجی فضا شامل ہے، مناسب پلیٹ فارم کی فراہمی سے انسان کی خوبیاں نکھر کر سامنے آتی ہیں، جبکہ ماحول براہونے کی صورت میں انسان اپنی فطری اقدار کو کھو دیتا ہے اور تنزل کا شکار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ معاشرے میں اخلاقی اقدار کی مضبوطی اور نشوونما کے لیے موزوں ماحول پیدا کرنے کے لئے قرآن نے دو باتوں پر زور دیا ہے:

1: مثالی معاشرہ کا تصور پیش کرنا: سازگار تعلیمی ماحول پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس ماحول میں مثالی معاشرے کا تصور پیش کرتے ہوئے غیر مناسب طریقوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ چنانچہ معاشرے میں نیک کردار کے نمونوں کا وجود بذات خود اس ماحول کے لوگوں کو ان کی طرف لے جاتا ہے، اور لوگ ان کی اخلاقی خوبیوں کی نقل کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہمیں اس کی بہت سی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جیسے حضرت یوسفؑ کا واقعہ نوجوانوں کو خواہشات پر کنٹرول کرنے کے لئے معاون ہے، اس لئے کہ نفس امارہ کا کام ہی خواہشات اور گناہوں کی جانب پکارنا ہے، اس کے جانسے میں جاہل بہت آسانی سے آجاتا ہے[11]۔ راہ خدا میں ہجرت اور سختیاں برداشت کرنے کے لئے اصحاب کہف کی مثال جو صبر اور ہدایت کے متمنی اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے کی علامت ہیں[12]۔ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مثالیں جو بزرگ والدین کے لئے مشعل راہ ہیں[13]۔ لقمان حکیم عقلیت اور حکمت کی عظیم مثال ہیں الغرض اس طرح کی لاتعداد مثالیں جو تعلیم و تربیت کے لئے نمونہ عمل ہیں، قرآن ہمیں پیش کرتا ہے، ساتھ میں خود قرآن فرماتا ہے: أُولَٰئِكَ

---

[10] عمر احمد ، **منهج التربية في القران والسنة**، دار المعرفة، دمشق–سوریہ، 1416ھ.ق. ص10 تا 12۔

[11] طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القران**، بیروت لبنان: مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، 1352-1351، ج11، ص197۔

[12] فخر رازی، محمد بن عمر، ومکتب تحقیق دار احیاء التراث العربی. **التفسیر الکبیر**. بیروت لبنان: دار احیاء التراث العربی، 1420–1999، ج 21 ، ص 429

13 نجفی، محسن علی، **الکوثر فی تفسیر القران** ، مصباح القران ٹرسٹ لاہور 2015۔ ج 7 ص 326۔

الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقْتَدِہْ[14]" یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے، لذا آپ بھی ان کے راستے کی پیروی کریں۔ یہاں پر" فَبِهُدٰاهُمُ اقْتَدِہْ"کا معنی ہے کہ جس طرح ان انبیاء کرامؑ نے اپنی اقوام کو تبلیغ کرتے ہوئے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کیا ہے آپ بھی اسی طرح صبر کرو[15]۔

مثالی نمونہ پیش کرتے ہوئے قرآن نے دو باتوں پر خاص توجہ دیا ہے۔

اللہ کے محبوب بندوں کو کلی اور عام عنوان کے تحت بیان کرتا ہے جیسے : توبہ کرنے والے، پاکباز، متقی، صالح، صبر کرنے والے، مجاہدین وغیرہ، جب کہ بعض دفعہ نام لے کر کسی خاص عنوان کے تحت ان مثالی کرداروں کو بیان کرتا ہے جیسے انبیاء کرام خاص کر رسول اللہؐ کے بارے میں فرمایا: لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّـٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[16]- یقیناتمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"۔ نبی ؐ اپنا عظیم کردار کی بدولت زندگی کے تمام پہلوؤں میں مکمل نمونہ عمل ہیں۔

جبکہ غیر اخلاقی کرادر جن سے لوگوں کو قرآن دور رہنے کی تعلیم دیتا ہے ، میں سے اکثر کے نام لینے کے بجائے رزائل صفات کو بیان کرتے ہوئے، مسرف، متکبر ظالم جیسے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کرنے کے بارے میں یوں فرمایا:

فَاَخَذْنَاهُ وَجُنُـوْدَهٗ فَنَبَذْنَاهُـمْ فِى الْيَـمِّ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ[17]۔

" پس ہم نے اسے اور اس کی افواج کو گرفت میں لے لیا پھر انہیں دریابرد کر دیا، دیکھ لیجئے ظالموں کا کیا انجام بنا؟۔

لہٰذا ہمیں بھی تعلیم وتربیت کو پروان چڑھاتے ہوئے مثبت کرداورں کو ناموں سمیت پرکشش بنا کر پیش کرنا چاہیے اور منفی کرداروں کے نام لینے کے بجائے ان کے برائی کا پہلو بیان کرنا چاہیے۔

---

[14] القران، 6:90۔

[15] طبرسی، علامہ فضل ابن حسین، **مجمع البیان فی تفسیر القران**، بیروت لبنان، دار المعرفۃ، 1408، ج 4، ص 513۔

[16] القران، 33:21۔

[17] القران، 28:40۔

2: **نمونہ عمل بنانا:** قرآن صرف ان کرداروں کو سامنے لانے پر اکتفاء نہیں کرتا ہے بلکہ ان میں سے برے کرداروں سے بچنے اور نیک کرداروں کو اپنانے پر ابھارتا ہے۔ علم و جستجو کے حصول کے لئے یہاں تک کہہ دیتا ہے کہ محض اپنے باپ دادا کی اتباع مت کرو۔

قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَىٰ مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ [18]۔

اس (نذیر) نے کہا اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت بخش طریقہ لے کر آیا ہوں، جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ تم جس (دین) کے ساتھ بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔

ماحول کو پاک وصاف کرنا:

بد کرادر اور بد عنوان لوگ ہر معاشرے میں موجود ہوتے ہیں، ایسے میں اگر ان کو چھوٹ دی جائے تو وہ ماحول کو اپنا ماتحت بنانے میں بلکل دیر نہیں لگاتے ہیں، کسی بھی بد عنوان ماحول میں تعلیم و تربیت پنپ نہیں سکتا ہے، لہذا ماحول کو صحت مند بنانا سماجی اور دینی فریضہ اور انسانی عقل کے مقتضیات میں سے ہے، چنانچہ قرآن فرماتا ہے: وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [19]۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو اچھے کاموں کی جانب بلائیں اور بد اعمالیوں سے منع کریں۔

اسلامی معاشرہ کو تعلیم و تربیت سے مزین اور ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک وصاف رکھنے کے لئے امر بمعروف اور نھی عن المنکر لازمی ہے، جس سے یہ صحت مند معاشرہ ہمیشہ پاک اور صاف رہے ۔

ماحول تبدیل کرنا:

[18] القران، 43:24۔

[19] القران، 3:104۔

بسا اوقات ماحول اس قدر گھٹن ہو جاتا ہے کہ تعلیم وتربیت اس میں ممکن ہی نہیں ہوتا ایسے میں ماحول بدلنا بے حد ضروری ہو جاتا ہے تاکہ تعلیم و تربیت کو پروان چڑہایا جاسکے، چنانچہ ایسے حالات میں قرآن نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا[20]۔

انہوں نے عذر خواہی کی کہ ہم روئے زمین میں کمزور ولاچار تھے، تو فرشتوں نے فرمایا اللہ کی زمین تو وسیع نہ تھی؟ تاکہ تم اس میں ہجرت کرتے"۔

اس آیت سے کلی حکم مل رہاہے کہ جہاں کہیں انسان دین اور اس کے تعلیمات کے مطابق نہیں چل سکتا ہو وہاں سے ہجرت کریں[21]۔

بعض اوقات ماحول کے اثرات اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ تعلیم وتربیت ماحول اور حالات کو بدلنے سے ہی ممکن ہوتے ہیں۔ ایسے میں جس ماحول میں تعلیم وتربیت کے مواقع میسر نہ وہاں سے ہجرت کر کے سہولت مند جگہ میں جانا چاہئے۔ ہر اس مجلس کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے جس میں غیر اخلاقی باتیں ہو رہی ہو اور آدمی روک نہیں سکتا ہو، چنانچہ جب اہل جہنم سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں جہنم تک کس چیز نے پہنچایا: مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ؟[22]۔

وہ اس کی مختلف وجوہات بیان کریں گے انہیں میں سے ایک یہ بھی ہو گا کہ: وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ[23]۔ اور بیہودہ کلام کرنے والوں کے ساتھ ہم بھی بیہودہ باتیں کرتے تھے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم حق کے مخالف مجالس میں بیٹھتے تھے۔[24]

اسلام میں ماحول سازی کے مختلف طریقے ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں، ان میں سے نماز پنجگانہ کے لئے روزانہ مسجد میں جانے کا حکم، یہ بذات خود ایک قسم کی تبدیلی ہے اور یہ انسان کو اخلاقی جوش وخروش اور تازگی بخشتی ہے، اور اسے ناموافق روزمرہ کے ماحول سے الگ کر دیتی ہے۔

---

[20] القران، 4:97۔

[21] قرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القران**، تھران ایران ۱۳۶۴، ج5، ص345۔

[22] القران، 74:43

[23] القران، 74،45

[24] شیرازی، ناصر مکارم، **الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل**، قم۔ ایران: مدرسۃ الامام علی بن ابی طالب 1379-1421، ج19، ص185۔

ضروریات زندگی کی فراہمی

تعلیم وتربیت کو بہتر اور موثر انداز میں انسان تک پہنچانے کے لئے پہلے اس کی ضروریاتِ زندگی کا پتہ لگا کر اسے پورا کرنا بھی ضروری ہے،جب تک انسان کی بنیادی ضروریات جیسے روٹی، کپڑا وغیرہ مہیا نہ ہوں ایسے میں وہ بلند مقاصد جو کہ تعلیم و تربیت ہے کو بنیادی ضروریات پر قربان کر دیتا ہے، قرآن کی تعلیمات میں اس نکتے کی طرف توجہ دی گئی ہے۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا[25]-اور اللہ کی دی ہوئی پاکیزہ حلال رزق میں سے کھاؤ۔

مفسرین لکھتے ہیں یہاں "اکل"یعنی کھاوسے مراد پاک وپاکیزہ رزق میں ہر قسم کا خرچ ہے[26]۔

وَ لَا تَنۡسَ نَصِيۡبَکَ مِنَ الدُّنۡيَا[27]- اور دنیامیں سے اپناحصہ فراموش مت کرو۔

جو چیزیں اللہ نے تمہیں حلال قرار دیاہے ان میں سے کفایت اور بے محتاجی کی حد تک لے لو[28]۔

متعدد آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کے بغیر وہ کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتا ہے،لہذا اللہ نے اس بات پر زور دیا کہ ان ضروریات کو پورا کیا جائے۔کیونکہ فقر وفاقہ نہ صرف تعلیم وتربیت میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ آدمی کو بے دین بھی کر دیتا ہے چنانچہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں: كاد الفقر أن يكون كفراً[29]- قریب ہے کہ غربت کفر میں بدل جائے۔

[25] القران،5:88

[26] طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القران**، بیروت ۔لبنان:مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، 1352–1351،ج4،ص109۔

[27] القران،28:77

[28] سیوطی،عبدالرحمن بن ابی بکر، **الدر المنثور في التفسير بالماثور.** قم- ایران: مكتبة اية الله العظمى المرعشي النجفي(ره)،1404.ج5،ص134۔

[29] کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تھران- ایران: دار الکتب الاسلامیۃ،1363–1365. کتاب الایمان والکفر بَابُ الْحَسَدِ رقم الحدیث، ۱۰۶۴۴۔ج2،ص307 ۔

عزت و تکریم کے زریعے تعلیم و تربیت

انسان کو اللہ نے عزت و اکرام سے نوازا ہے تعلیم و تربیت کا مقصد بھی اللہ تعالی کی اس عظیم مخلوق کو اس کی شناخت کرا کر مقصد حیات بتانا ہے،لہذا تعلیم و تربیت میں بنیادی چیز انسان کی کردار سازی اور عزت و وقار کا خیال ہونا چاہئے جس کا تقاضا خود قرآن یوں کرتا ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيَ اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا[30] ۔

اور بتحقیق ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم سے نوازااور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سواری دی اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں بڑی فضیلت دی۔

قرآن نے انسان کی عزت و وقار کو تمام موجودات سے افضل و برتر گردانتے ہوئے اس کی قدر و منزلت سے اسے آگاہ کیا ہے،چنانچہ اسے اپنی وقار کی حفاظت کرنے کے ساتھ اسے اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہوتے ہوئے دوسرے انسانوں کا بھی احترام کرنا چاہئے وہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ انسان ہونے کے ناطے تمام نوع انسان قابل عزت واحترام ہیں[31]۔

انسان کی عزت و تکریم کا قرآن اس قدر خیال کرتا ہے کہ بات کرتے ہوئے بھی اس کی پابندی کا حکم فرماتا ہے کہ: وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[32]-اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نیک باتیں کریں-

اس طرح کے دیگر احکامات پر نگاہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں مومنین کی عزت و تکریم کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے، کہ احادیث میں اس کی عزت کو کعبہ کی حرمت سے بلند تر بتایا ہے[33] ۔ چنانچہ قرآن شخصیت سازی کے زریعہ لوگوں کو پر اعتماد کرکے انہیں تعلیم و تربیت کے لئے تیار کرتا ہے۔

---

[30] القران،17:70۔

[31] طباطبائی، محمد حسین،المیزان فی تفسیر القران،،ج13،ص155۔

[32] القران،17:53

[33] مجلسی،ملا محمد باقر ابن تقی، **بحار الانوار**،بیروت۔لبنان:دار احیاء التراث العربی،1368–1403،ج64،ص71۔

لوگوں کی قابل عفو کوتاہیوں کو معاف کرکے انہیں عزت دے کر تعلیم وتربیت کیا جاسکتا ہے : خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ[34]۔

(اے رسول) عفو درگزر سے کام لو۔ اور نیکی کا حکم دیں۔ یعنی لوگوں کی برائیوں کو معاف کرو[35]۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ[36]۔ انہیں معاف کر دیجئے اور ان سے درگزر کیجئے۔

لوگوں کو زمہ داریاں سونپ کر بھی ان کا وقار وعزت بڑھایا جاسکتا ہے۔ انسان کا اپنے آپ کو کچھ کرتے ہوئے دیکھنا اور دوسروں کا اس پر بھروسہ اس کی اپنی نگاہ میں عزت ووقار کو بڑھا دیتا ہے۔ دوسروں کو زمہ داریاں سونپنا خاص کر جوانوں کو تاکہ ان کی شخصیت پروان چڑھے، ہمیں قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے: بنی اسرائیل کی کمان سنبھالنے کے لیے قوم کے انکار کے باوجود نوجوان طالوتؑ کا انتخاب اور ان کی سرکردگی میں فتحیاب ہونا[37]۔ حضرت یوسفؑ کا نوجوانی کے عالم میں مصر کا وزیر خزانہ بننا اور اسے احسن انداز میں نبھانا[38] وغیرہ۔

اخلاقی اقدار کے زریعے تعلیم وتربیت

ماحول سازی کے بعد شخصیت پروان چڑھا کر اندرونی طور پر فرد کو تعلیم وتربیت کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ لہذا شخصیت کو اخلاقی اقدار کی جانب دعوت دیتے ہوئے فضائل اخلاق کی جانب راغب کر کے تعلیم وتربیت دینا چاہیے۔ قرآن میں اس طریقہ کو "موعظہ" کہا گیا ہے :

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[39]۔

(اے رسول) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیں اور ان سے بحث اچھے انداز میں کریں ۔

---

[34] القران، 7:199
[35] طبرسی، علامہ فضل ابن حسن، **مجمع البیان فی تفسیر القرآن** م بیروت۔ لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۸، ج4، ص787۔
[36] القران، 5:13
[37] القران، 2:247۔
[38] القران، 12:55۔
[39] القران، 16:125۔

حکمت کا معنی حق تک علم اور عقل کی مدد سے پہنچنا ہے[40]۔ موعظہ کا معنی دل کو چھو لینے والی اچھی باتوں سے یاد دھانی کرانا، جبکہ جدال اس گفتگو کو کہتے ہیں جو جھگڑا اور غلبہ کی طرز پر ہو[41]۔

موعظہ کے ساتھ تعلیم و تربیت دینے کے لئے لازمی ہے کہ مخاطب کی ذہنی و فکری صلاحیت، نفسیاتی حالات، عقائد و نظریات اور اس کے ماحول و عادات کو مد نظر رکھا جائے۔ قرآن نے موعظہ صرف اخلاقِ حسنہ کی جانب بلانے کو کہا ہے۔ کیونکہ نصیحت اسی صورت میں کارگر ہوتی ہے، جب وہ کسی قسم کے تشدد، برتری کے حصول، دوسرے فریق کی تذلیل، ضد پر اکسانے وغیرہ سے خالی ہو۔ اسی طرح موعظہ اس وقت اپنا گہرا اثر چھوڑتا ہے جب وہ اچھا ہو اور خوبصورت انداز میں پیش کیا جائے۔

فکری طاقت کو پروان چڑھانا

اس طریقہ کار میں بنیادی زور انسان کی علمی (فکری- عقلی) جہت پر ہے۔ قرآن نے عقل و فکر سے کام لینے پر بہت زور دیا ہے، خاص کر جن آیات میں آباو اجداد کی تقلید کی مذمت کی گئی ہے، ان کا بنیادی نکتہ ہی یہی ہے کہ سوچ بچار کے زریعے تعلیم و تربیت حاصل کرو۔ اور غور و فکر یعنی تعقل نہ کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ[42]۔

اور جب ان (کفار و مشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے اتارا ہے اس کی پیروی کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگرچہ ان کے باپ دادا بے عقل ہو۔

اس آیت کی رو سے کسی کی بات کو تسلیم کرنے کے دو طریقے ہیں۔ 1: عقل و فہم کے زریعے اس کی حقیقت تک رسائی حاصل کریں۔

2 : پھر علم پر منتہی ہونے والی دلیل کی مدد سے اس پر اعتماد کریں۔

---

[40] راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین ابن محمد (ت ۵۰۲ھ)، **المفردات فی غریب القران**، ص 249۔

[41] نفس مصدر، ص 189۔

[42] القران، 2:170

بغیر دلیل کسی کی بات کو قبول کرنے کی مذمت کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے: إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ[43]۔ یہ لوگ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کیا ور وہ محض تخمینے لگاتے ہیں۔

دنیا میں اکثر لوگ علم اور یقین کے بجائے غلطی پر مشتمل ظن اور حدس کاذب کی اتباع کرتے ہیں، اسی لئے اللہ نے نبیؐ کو حکم فرمایا کہ اس قسم کی باتوں کو نہ سنیں اور ان کی تقلید نہ کریں، بلکہ وحی جو کہ سچا علم ہے اسی پہ عمل کریں[44]۔

قرآن غور و فکر پر مشتمل علم کو نہ صرف قبول کرتا ہے، بلکہ اس کی جانب ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَكَأَيِّن مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ[45]۔

اور آسمانوں اور زمین میں (خدا کے وجود اور اس کی قدرت کی) کتنی ہی نشانیاں موجود ہیں مگر یہ لوگ ان سے روگردانی کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

دنیا میں بہت سی نشانیاں اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں؛ جیسے ستارے، سیارے، پہاڑ، شجر اور چوپائے وغیرہ جن کو حواس کے زریعے مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، انسان ان میں غور و فکر اور جستجو کر کے علم حاصل کیوں نہیں کرتا ہے[46]۔

قرآن کریم عقل و فکر کے استعمال پر جھنجوڑتے ہوئے ایک اور جگہ دعوتِ فکر یوں دیتا ہے کہ: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[47]۔ کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں ۔

یعنی کیا علم جو کہ کمال ہے اور جہل جو نقص و عیب ہے برابر ہیں؟ کوئی بھی ذی شعور انہیں برابر نہیں سمجھے گا۔

---

[43] القرآن، 6:116

[44] مغنیہ، محمد جواد، **التفسير الكاشف**. قم۔ ایران: دار الکتاب الاسلامی، ۱۴۲۴-۲۰۰۳، ج3، ص252۔

[45] القرآن، 12:105۔

[46] بقاعی، ابراھیم بن عمر، وھدی، عبد الرزاق غالب، **نظم الدرر في تناسب الايات والسور**. بیروت - لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۷-۲۰۰۶. ج4، ص108۔

[47] القرآن، 39:9

بہترین الفاظ کے انتخاب کر کے غور وفکری کی جانب بلانے کی ترغیب دیتے ہوئے قرآن فرماتا ہے: الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ[48]۔

جو باتوں کو خوب غور سے سماعت کرتے ہیں پھر اس میں سے بہترین بات کی اتباع کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اللہ ھدایت سے نوازتا ہے اور یہی عقل والے لوگ ہیں۔

قرآن ان سب باتوں سے سب اپنے سامعین کی عقلی قوت اور علم کو ابھارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

معلم ومربی کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ اولا دوسروں کی باتوں کو وسعتِ دلی کے ساتھ غور سے سنیں اس کے بعد اچھے پیرائے میں عقل وفکر کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کو جواب دیتے ہیں، اس کی وجہ ان کی فکری اور عقلی صلاحیت ہے جس کی بنا پر یہ جستجو کا عزم رکھتے ہیں، یوں یہ لوگ عقل وفکر سے کام لیتے ہیں جو کہ نہایت احسن اقدام ہے۔

گزشتہ حالات اور واقعات سے تعلیم وتربیت

قرآن نے قصص کو خاص مقصد کے لئے بیان فرمایا ہے ان اغراض ومقاصد کا خاص خیال رکھتے ہوئے ان قصوں سے درس عبرت کے نکات پیش کرنا چاہئے جیسے کہ قرآن فرماتا ہے: لَقَد كانَ في قَصَصِهِم عِبرَةٌ لِأُولِي الأَلبابِ[49]۔

اور بیشک لوگوں کے عروج وزوال کے قصوں میں عقل والوں کے لئے بڑی نصیحت و عبرت ہے۔

سابقہ اقوام اور انبیاء کے قصص وحکایات میں ان کے عروج وزوال کی داستانوں میں اور ان کی آبادی وبربادی کے واقعات میں دانشمندوں کے لئے بڑا اسامان عبرت ونصیحت موجود ہے۔ اگر انہیں درس عبرت حاصل کرنے اور اپنی زندگی کو سنوارنے کی غرض سے غور وفکر کریں[50]۔

---

[48] القران، 39:18

49: القرآن، 53 :111۔

50 نجفی، محمد حسین، فیضان الرحمان فی تفسیر القران، مصباح القران ٹرسٹ لاہور، ط، 2016۔ ج5 ص89۔

قرآن چاہتا ہے کہ ہر کام کو غلطیوں سے سیکھنے کے بجائے دوسروں کے تجربات سے سیکھیں تاکہ یوں غلطی سے قبل از وقت بچا جا سکے۔ اسی لئے ماضی کے بہت سے قصص کو بیان کرنے کے ساتھ فرمایا: أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ[51]۔

کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں تاکہ وہ ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ وہ طاقت اور زمین پر اپنے آثار چھوڑنے میں ان سے کہیں زیادہ زبردست تھے، پس اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں گرفت میں لے لیا اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

چنانچہ قصص کو بیان کرتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث، تاریخ، جغرافیا، آثار قدیمہ سمیت ماہرین تاریخ کے اقوال سے مدد لینا چاہئے۔ سابقہ اقوام کے قصوں کو صرف بتانے پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ ان قصوں سے نتائج اور درس عبرت کے بہترین نکات نکال کر انہیں لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے۔

تعلیم و تربیت مسلسل عملی جدوجہد سے

اسلام کے نقطہ نظر سے ہر کامیابی عمل سے مشروط ہے، بغیر عمل کے تعلیم و تربیت سمیت کسی بھی شعبہ میں کامیابی و کامرانی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے، چنانچہ اسلام نے جہاں عبادات اور دعاوں کی تعلیم و تلقین فرمایا ہے، وہیں کسی بھی کام کی تکمیل کے لئے عمل کو از بس لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ[52]۔ اور یہ کہ انسان کے لئے وہیں کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

---

[51] القرآن، 40:21

[52] القرآن، 53:39۔

وَ أَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ[53]۔اور یہ کہ اس کی محنت و کوشش جلد دیکھی جائے گی۔

قرآن کی بہت سی آیات میں صرف ایمان کو کافی نہیں سمجھا گیا ہے، بلکہ عمل کو لازمی قرار دے کر تکمیلِ ایمان کو عمل سے مربوط کرتے ہوئے انسان کی درجہ بندی بھی عمل کی بنا پر کیا ہے :

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ [54]۔ اور عمل کے مطابق ہر ایک کے لئے درجے ہیں۔

جن وانس کو دنیاوی اعمال کے مطابق درجات اور درکات یعنی ثواب وعقاب ملے گا[55]۔

سنت الٰہی ہے کہ جیسی کرنی ویسے بھرنی: إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا[56]۔

اگر تم اچھے کام کروگے تو اپنے لئے ہی کروگے، اور اگر برے کام کروگے تو وہ بھی اپنے لئے کروگے۔

عمل چاہئے نیک ہو یا بد اس کا خمیازہ کرنے والے کو ہی بھگتنا ہو گا، کیونکہ یہی اللہ کا سنت ہے۔لہٰذا تعلیم و تربیت بھی بغیر استقامت، تسلسل اور کوشش ومحنت کے ممکن نہیں ہے۔ تعلیم وتربیت کے لئے جہاں دیگر لوزمات کا خیال رکھنا لازمی ہے وہاں اس کے اسباب یعنی عملی کوشش بھی ضروری ہے۔

تعزیر وتشویق کے زریعے تعلیم وتربیت

جنت و جہنم اور وعد وعید کے بارے میں جو آیاتِ الٰہی موجود ہیں ان میں بندوں کو برے اخلاق سے دست بردار ہو کر نیک اعمال اور اخلاقی فضائل کی راہ پر گامزن ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے برے اعمال پر سزا کی تنبیہ اور نیک اعمال پر حوصلہ افزائی کے ساتھ جزا کی خوش خبری دیا ہے، چنانچہ قرآن کا یہ اسلوبِ تعلیم وتربیت سزا وجزء پر مشتمل ہے، جو کہ نہایت کار آمد اور موثر ہونے کے ساتھ فرد کی نفسیات سے ہم آہنگ بھی ہے۔

---

[53] القران،53:40۔

[54] القران،6:132۔

[55] ثعلبی، علامہ احمد ابن محمد، **الکشف والبیان عن تفسیر القران**. بیروت-لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲-۲۰۰۲.ج4،ص192۔

[56] القران،17:7

چنانچہ قرآن اس طریقہ تعلیم و تربیت کو بروائے کار لاتے ہوئے معلم سے فرماتا ہے: وَ اخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ[57]۔ اور مومنین میں سے جو آپ کی اتباع کریں ان کے لئے شانے جھکائے رکھیں۔

قرآن معلم اسلامؐ کو حکم فرماتا ہے کہ پرندے جس طرح چوزوں کو پروں میں لیتے ہیں، ویسے ہی آپؐ بھی اپنے ارد گرد جمع ہونے والوں کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آو۔ یہ حکم معلم اخلاق رسول اسلامؐ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کا عموم دنیا کے تمام معلمین کے لئے یکساں ہے۔

اسی طرح نیکی کی تعلیم وتربیت کے لئے جہاں زبانی حوصلہ افزائی درکار ہو وہ بھی کرنا چاہئے:إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ[58]۔

بیشک آپ کی دعا ان کیلیے سکون بخش ہے۔ یعنی زکات مالی کو وصول کرنے کے بعد دینے والے کے لئے دعا کا حکم دیا کیونکہ اس سے ان کو دلی راحت اور مزید ادائیگی کا تشویق پیدا ہو جاتا ہے۔لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ[59]۔

ہر گز اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے ہیں، یقینا اہل جنت کامیاب ہونے والے ہیں۔

آیت میں نیکوکار کو کامیاب قرار دیتے ہوئے حوصلہ افزائی کے ساتھ اس کی ترغیب اور بدی کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے وعید سنائی گئی ہے، یوں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ تعلم و تربیت میں کامیابی پر حوصلہ افزائی اور ناکامی پر حوصلہ شکنی ہونی چاہئے۔

اسی طرح قرآن میں مختلف جرائم پر جو تعزیرات معین کی گئی ہیں، اس سے بھی ہمیں پتہ چلتا ہے کہ سزا اور جزا کے زریعے تعلیم و تربیت قرآن کے اصولوں میں سے ایک ہے:وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ[60]۔ اور زخموں میں بھی بابر بدلہ ہے۔ سزا دیا جائے تا کہ لوگ دوبارہ ان برائیوں کا ارتکاب سے باز رہیں۔

---

[57] القران، 26:215

[58] القران، 9:103

[59] القران، 59:20

[60] القران، 5:45

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ [61]

حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت کا مہینہ ہی ہے اور حرمتوں کا بھی قصاص ہے، لہٰذا جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی طرح زیادتی کرو جس طرح اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

اس کے علاوہ بھی قرآن نے مختلف مقامات پر دین کو قبول اور عمل کرنے کی حوصلہ افزائی اور خلافِ شرع کام کرنے پر سزا کے طریقوں کو اپنایا ہے؛لہذا تعلیم وتربیت میں بھی یہ طریقہ نتیجہ بخش ثابت ہو سکتا ہے، جہاں حوصلہ افزائی سے تعلیم وتربیت ممکن ہو وہاں پہ اس طریقہ کو اپنایا جائے جہاں پہ سزا سے کے زریعہ سے تعلیمی نظام کو چلایا جاسکتا ہو تو وہاں پر اس طریقہ کار کو بھی اپنایا جائے تاہم سزا ضرر رساں یا حد سے زیادہ نہ ہو۔

محاسبہ نفس کے زریعے تعلیم وتربیت

قرآن کے اہم اصولِ تعلیم وتربیت میں سے ایک خود احتسابی ہے جو کہ عملی طور پہ متعلم کے لئے انتہائی کار آمد ہے، چنانچہ طالب علم اپنا محسابہ خود کریں اور جہاں نقص یا سستی ہوئی ہو، وہاں توبہ کرکے آئندہ نہ دہرائیں وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[62]۔ اے ایمان والو تم سب کے سب مل کر بارگاہ خدا میں توبہ شاید تم فلاح پاو۔

خود احتسابی کا ایک اہم طریقہ مراقبہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود حساب وکتاب کریں کہ اس نے کتنا وقت ضائع کیا ہے اور کتنا کام کیا ہے: وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ[63]۔ اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے۔

اسی طرح حدیث میں بھی محاسبہ پر زور دیتے ہوئے امام موسی کاظمؑ فرماتے ہیٰ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُحَاسِبْ نَفْسَهُ فِي كُلِّ[64] ۔

---

[61] القران، 2:193۔

[62] القران، 24:31۔

[63] القران، 59:18۔

[64] کلینی، محمد ابن یعقوب، الکافی کتاب الایمان والکفر بَابُ مُحَاسَبَةِ الْعَمَلِ، رقم الحدیث: ۱۰۶۹۱۷، ج۲، ص۴۵۳۔

وہ ہم میں سے نہیں ہے جو روزانہ محاسبہ نفس نہ کرے۔

معاقبہ یعنی انسان اپنا حساب و کتاب خود کر کے اپنی پوزیشن کو بھی واضح کرے کہ وہ کتنا خشکی میں ہے اور کتنا پانی میں اس بابت قرآن فرماتا ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ[65] فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ[66] اور جو شخص اپنے رب کی بارگاہ میں پیش ہونے کا خوف رکھتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے - اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

یہ آیات الٰہی انسان کو اپنی تربیت آپ کرنے کے طریقے سیکھاتی ہیں۔ خود احتسابی کا مقصد یہ ہے کہ مکمل آگاہی کے ساتھ انسان اخلاقی اصولوں کو اپنانے کے لئے فکری و قلبی تربیت حاصل کریں۔ جو کام اخلاقی فضائل کے مخالف ہیں انسان ان سے دور رہیں تا کہ یہ اس کی اخلاقی صفات کی کمزوری اور انحطاط کا باعث نہ بن سکیں۔ خود احتسابی کے عمل میں ضبط اور تسلسل کا ہونا لازمی ہے ورنہ انسان ٹوٹ جاتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا [67]۔ اے اہل ایمان !صبر واستقامت سے کام لو۔ اور مورچہ بند رہو۔

خود احتسابی کے زریعے تعلیم و تربیت خاص کر عاقل اور راشد کے لئے نہایت عمدہ طریقہ ہے، لہذا شخص اپنا محاسبہ مراقبہ اور معاقبہ کے ساتھ اس اصل پر تسلسل کے ساتھ گامزن ہو کر فلاح پا سکتا ہے۔

ایمان کی پرورش کے زریعے تعلیم وتربیت

ایمان ایک دلی کیفیت ہے جو انسان کے جوارح کے زریعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، یوم آخرت اور فرشتوں پر ایمان جس کو ہم "غیب پر ایمان" سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ انسان کی جذباتی، سماجی اور اخلاقی جہتیں بدل دیتی ہے، یوں انسان اپنی فکر کو مادیات کی قید سے آزاد کر کے ایک بلند مقصد کا حامل ہو جاتا ہے، جو کہ رضا رب ہے، اس حالت میں مومن ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ کے حضور میں پاتا ہے۔

---

[65] القران، 79:40۔

[66] القران، 79:41۔

[67] القران، 3:200۔

یہ احساس انسان کی اخلاقی تعلیم وتربیت میں ایک اہم عنصر ادا کرتا ہے،لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایمان کی پرورش انسان کو بہت سی بلندیوں کے حصول اور تعلیم وتربیت میں آسانی کا سبب بن سکتا ہے، بلکہ ایمان ہی انسان میں اخلاقی خوبیوں کا خالق ہے۔ اللہ کی وحدانیت پر ایمان ہی انسان کو اپنے تمام کاموں کا مقصد ومرجع اللہ کی خوشنودی بنادیتا ہے یوں ہر وہ شئ جس میں اللہ کی ناراضگی ہو جیسے کشیدگی اور تصادم، حسد اور اخلاقی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایمان کی طاقت جتنی زیادہ ہوگی، خدا کے حضور ہونے کا احساس اتنا ہی زیادہ ہوگا، اور اخلاقی تربیت اتنی ہی آسان ہوگی۔

قرآن پاک ایمان کی نشوونما اور معارف الہی سے مستفید ہونے کے لئے، اخلاقی برائیوں کو جڑ سے ختم کرنے کا خواہاں ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَـةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ[68] - یہ (عام) لوگوں کے لیے ایک واضح تذکرہ اور تنبیہ ہے اور صاحبانِ تقویٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔

خالقِ قرآن خالق جہاں ہے، ہمیشہ اور ہر وقت ہر زمان ومکان میں انسان کا محافظ ہے۔

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ[69]۔وہ کوئی لفظ بھی نہیں بولتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگران تیار موجود ہیں۔

جس انسان کا ایمان اور عقیدہ یہ ہو کہ اس کی ہر بات ہر کام محفوظ ہو رہا ہے، جس کا اس نے آگے جا کر جواب دینا ہے، تو وہ کبھی بھی برے کام کے قریب بھی نہیں جائے گا، اور اپنے فرائض کو کما حقہ بجالائے گا چاہئے وہ تعلیمی فرائض ہوں یا تربیتی، ایسے میں وہ کبھی ٹال مٹول اور سستی سے کام نہیں لے گا اور نہ ہی کسی کے کام میں مخل ہوگا۔ عبادت، ذکر، دعا، اولیاء اللہ سے محبت وغیرہ کے ذریعے ایمان کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔

---

[68] القرآن، 3:138۔

[69] القرآن، 50:18۔

خلاصۃ البحث

جس طرح انسان کی بھوک اور پیاس فطری ہے اسی طرح تعلیم وتربیت بھی اس میں فطری طور پر پائے جاتے ہیں چنانچہ انسان جنم سے لے کر قبر تک ہر لمحہ کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا ہے، یہ سیکھنے کا نظام کبھی تو رسمی ہوتی ہے کبھی غیر رسی، کبھی شعوری ہوتی ہے تو کبھی لاشعور اور تحت الشعور کی صورت میں ہوتی ہے یوں وہ بہت کچھ چیزوں کے بارے میں سوجھ بوجھ کے ساتھ اپنی ہستی کو نشو ونما کی راہ پر گامزن رکھتا ہے۔

قرآن مجید جو کہ انسانوں کی ہدایت کی کتاب ہے اس میں انسانوں کی تعلیم ور تربیت کے جن اصول کو بیان کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

1: ماحول وہ جگہ ہے جہاں سے فرد کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوتا ہے لہذا تعلیم وتربیت کے لئے ساز گار تعلیمی ماحول پیدا کرنا انتہائی ضروری ہے اس کے لئے قرآن نے ہمیں چند نمونے پیش کئے ہیں سب سے پہلے مثالی معاشرہ کا تصور پیش کرتے ہوئے قرآن مجید نے نیک لوگوں کے نقش قدم پر چلنا اور ان کی انہیں اپنا نمونہ عمل بنانے رہنے کی ہمیں ترغیب دیا ہے۔

اسی طرح برے لوگوں کی تباہ کاریوں کا بیان کر کے ان سے بچنے کی ہدایت کی ہے، معاشرے کی تعمیر وترقی میں ہر فرد کا ہاتھ ہوتا ہے اگر نیک افراد بالا دست ہوئے تو بہترین معاشرہ بن جاتا یے برے لوگوں سے معاشرہ بھی برا بنتا ہے لہذا تعلیم وتربیت کے لئے ماحول کو پاک وصاف کرنا نہایت اہم ہے تاکہ اچھے لوگ اس معاشرے میں بالادست رہیں اور مثالی معاشرے سے لوگ بہتر انداز میں اپنا تعلیم وتربیت باقی رکھ سکیں۔

2: انسان کی بنیادی ضروریات جیسے روٹی، کپڑا اور مکان بھی تعلیم وتربیت کے لئے ضروری ہے کیونکہ جب تک فرد کو بنیادی سہولیات زندگی میسر نہ آئیں وہ کسی بھی بڑے کام کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے بلکہ پوری جتن بنیادی ضروریات کی فرہمی کے لئے کرتا ہے

3: کہا جاتا ہے کہ جانور کی جہاں پیٹ بھرے وہاں خوش رہتا ہے جبکہ انسان جہاں خوش ہو وہاں رہتا ہے، لہذا تعلیم وتربیت میں بھی شخص کو عزت و تکریم کے ساتھ اخلاق وشرافت کے دائرے میں لاکر تعلیم وتربیت سے آرستہ کرنا قرآن کا ایک طریقہ کار ہے۔

4: قرآن مجید نے تعلیم وتربیت کے لئے انسان کو آفاق وانفس میں غور وفکر سمیت دنیا کی مختلف جگھوں کی سیر پر بھی ابھارا ہے، کہ انسان اپنے مشاہدے اور غور وفکر سے بہت کچھ سیکھیں لہذا تعلیمی عمل میں غور وفکر اور عقل کے استعمال پر زور دینا چاہئے، لیکن اس میں صحیح علم تک پہنچنے کے لئے عقل سلیم اور درست انداز میں تجربات کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ یہ علم تخمینہ گیری ہو جائے گا جسے قرآن رد کرتا ہے: اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ[70]۔ یہ تخمینہ گیری کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ اور اندازہ گیری سے حاصل ہونے والا علم ظن کہلاتا ہے، جس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے: وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ الۡحَقِّ شَيۡـًٔا71- اور گمان کبھی بھی حق سے بے نیاز نہیں کراتا۔

5: قرآن مجید میں قصوں کو بیان کر کے انسانوں کے لئے سابقہ اقوام سے سیکھنے اور ان سے عبرت حاصل کرنے پر ابھارا ہے لہذا تعلیم وتربیت کا ایک بنیادی اصل تاریخ بھی ہے کہ ہم گزاشتہ لوگوں کے حالات واقعات کو سامنے رکھ کر بہت کچھ سیکھیں اور سیکھائیں۔

6: تعلیم وتربیت ایک ایسا عمل ہے جو ہمیشہ جاری وساری رہتے ہیں لہذا تعلیمی نظام میں جہاں مسلسل محنت اور کوشش کے اوپر قرآن زور دیتا ہے وہاں اس کے حصول کے لئے انسان کی صداقت وایمان پر بھی قرآن زور دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

7: کامیابی تبھی ممکن ہے جب انسان اپنا محاسبہ کریں کرتے ہوئے دیکھیں کہ اس نے کیا پایا ہے اور کیا کچھ کھویا ہے، اگر انسان سست اور کاہل ہو محاسبہ نہ کرنے والا ہو تو ایسے میں اسے تعزیر وتشویق کے زریعے بھی تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا جاسکتا ہے۔

سفارشات

[70] القران، 43:20۔

[71] القران، 53:28۔

1: آج کے دور میں تعلیم کے حوالے سے ماہرین تعلیم کے وضع کردہ اصول و نظریات دیکھا جاتا ہے، ایسے میں بطور مسلمان ہم سب کا اولین فریضہ بنتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے حوالے سے قرآن کا نقطہ نظر کی ترویج کریں۔

2: اکثر لوگ دین سے کم آشنائی کی وجہ سے قرآن کے تعلیم و تربیت کے اصول سے ناواقف ہیں ایسے میں نصاب میں باقاعدہ قرآن کے تعلیم و تربیت کے اصول کو شامل کرنا چاہئے تاکہ سب ان سے آشنا ہو۔

3: جب بھی ماہرین تعلیم نصاب سازی کے لئے بیٹھیں تو ان کو قرآن کے تعلیمی اصول کو سامنے رکھ کر نصاب سازی کرنا چاہئے۔

4: قرآن کے اصول تعلیم و تربیت کو باقاعدہ منظم طور ہر یکجا کر کے اس طرح پیش کیا جانا چاہئے کہ دور حاضر میں یہ مشعل راہ بن جائیں۔

منابع وماخذ

القران الکریم

1. احمد بن فارس، **معجم مقاییس اللغہ**، محقق: عبد السلام محمد ھارون، قم، مکتب الاعلام اسلامی۔
2. بقاعی، ابراھیم بن عمر، **نظم الدرر فی تناسب الایات والسور**. بیروت-لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۷-۲۰۰۶۔
3. ثعلبی، احمد بن محمد. **الکشف والبیان عن تفسیر القران**. بیروت-لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۲-۲۰۰۲۔
4. ابن قیم جوزیہ، محمد بن ابی بکر، **مدارج السالکین بین منازل ایاک نعبد وایاک نستعین**، دار الکتب العلمیہ، بیروت-لبنان ۱۴۲۵ھ.ق.
5. رازی فخر الدین، محمد بن عمر، ومکتب تحقیق دار احیاء التراث العربی. **التفسیر الکبیر**. بیروت لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰-۱۹۹۹۔
6. راغب الاصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد (ت ۵۰۲ھ-)، **المفردات فی غریب القران**، دار القلم، الدار الشامیۃ-دمشق بیروت، ۱۴۱۲ھ-
7. عمر احمد، **منہج التربیۃ فی القران والسنۃ**، دار المعرفۃ، دمشق-سوریہ، ۱۴۱۶ھ.ق.
8. سیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور**. قم- ایران: مکتبۃ ایۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی (رہ)، ۱۴۰۴.
9. شریعتمداری، علی، **تعلیم وتربیت اسلامی**، تھران، امیر کبیر، ۱۳۷۳، نھم۔
10. طباطبائی، محمد حسین، **المیزان فی تفسیر القران**، بیروت-لبنان: مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات, ۱۳۵۲-۱۳۵۱.
11. طبرسی، فضل بن حسن، . **مجمع البیان**. بیروت-لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۸.
12. مرتضی مطھری، **مجموعہ اثار**، قم، صدرا، ۱۳۸۳، یازدھم۔
13. المظفر، محمد رضا، **المنطق**، دار العلوم للتحقیق والطباعۃ والنشر، 2011۔
14. ابن منظور،، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، بیروت، دار القلم۔
15. مکارم شیرازی، ناصر، **الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل**. قم- ایران: مدرسۃ الامام علی بن ابی طالب (علیہ السلام)، ۱۳۷۹-۱۴۲۱.
16. کلینی، محمد بن یعقوب، **الکافی**، تھران- ایران: دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۶۳-۱۳۶۵.۔
17. گروہ نویسندگان، **فلسفہ تعلیم وتربیت**، قم، دفتر ھمکاری حوزہ ودانشگاہ، ۱۳۸۴، ھفتم۔
18. قرطبی، محمد بن احمد. **الجامع لاحکام القران**. ۲۰ج. تھران - ایران؛ ناصر خسرو، ۱۳۶۴.
19. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، **بحار الانوار**. بیروت-لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۶۸-۱۴۰۳۔

20. مغنیہ، محمد جواد. **التفسیر الکاشف**. قم- ایران: دار الکتاب الاسلامی، ۱۴۲۴-۲۰۰۳.

21. نجفی، محمد حسین، **فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن**، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ط، 2016۔

22. نجفی، محسن علی، **الکوثر فی تفسیر القرآن**، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، 2016۔